خواب آنکھیں اور تعبیر

سعدیہ عابد

خواب آنکھیں صدا اور تعبیر

سعدیہ عابد

تیری ان جھیل سی آنکھوں میں اُترنا ہے مجھے
اور اس چاہ کی ہر حد سے گزرنا ہے مجھے
تم بھری دنیا کی نظروں سے بچالو مجھ کو
اب پناہوں میں تیرے دل کی اُترنا ہے مجھے

رات دیکھی ہے پگھلتی ہوئی زنجیر کوئی
مجھے بتلائے گا اس خواب کی تعبیر کوئی
پڑھنے بیٹھوں تو ابھرآتی ہیں ہر صفحہ پر
سیاہ آنکھوں کی ہنستی ہوئی تحریر کوئی

وہ گہری نیند سے یک دم ہڑبڑا کر اٹھا' کمرے کی فضا سے مانوس ہونے میں کافی وقت لگا۔ سویا ہوا ذہن جیسے ہی بیدار ہونے لگا تو محسوس ہوا کہ وہ اب تک خواب کی ہی کیفیت میں ہے' وہ سپنا جو بند آنکھوں کے پیچھے جگمگا رہا تھا اس کی شبیہہ ماند نہیں پڑی تھی۔ دو سیاہ خوبصورت نین کنول کمرے کی تاریکی میں اپنا نور بکھیر رہے تھے' خواب ٹوٹ چکا تھا اور وہ اب تک خواب ہی میں جی رہا تھا۔

ہیمان شاہ نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ لیمپ آن کیا اور جگ سے گلاس میں پانی انڈیل کر ایک ہی سانس میں چڑھا گیا' گھڑی میں ٹائم دیکھا تو وہی روز کی طرح ساڑھے چار ہو رہے تھے۔ پچھلے چھ برسوں سے وہ ایک ہی خواب دیکھ رہا تھا کہ ایک سایہ سا ہے جس کے پیچھے وہ اندھا دھند بھاگ رہا ہے اور بھاگتے بھاگتے وہ سایہ ایک لڑکی کے سراپے میں ڈھل جاتا' وہ جب اس لڑکی کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کرتا تو اس کا کوئی بھی نقش سوائے آنکھوں کے واضح نہ ہوتا' صرف دو آنکھیں جو کبھی ہنستی مسکراتی زندگی بکھیرتیں تو کبھی درد کا ایک جہان اپنے اندر سموئے اس کی دنیا تہہ و بالا کر جاتیں اور وہ دھندلا سا عکس اسے بے چین کر کے غائب ہو جاتا۔

ہیمان شاہ خواب ٹوٹنے سے قبل بہت کوشش کرتا' اس سایہ کے پیچھے بھاگتا' اس کے نزدیک جا کر ان سیاہ نینوں کو چھونے کی جیسے ہی کوشش کرتا ایک خوبصورت قہقہہ اسے ایسا کرنے سے روک دیتا' وہ ٹھٹک کر یہاں وہاں دیکھتا مگر خوبصورت نسوانی قہقہے کی بازگشت اسے خفیف سا کر کے اٹھے ہاتھ کو گرانے پر مجبور کر دیتی' جیسے ہی اس کا ہاتھ گرتا اس کی آنکھ کھل جاتی' وہ اس خواب سے اتنا مانوس ہو گیا تھا کہ آنکھ کھلنے کے بعد بھی اس احساس کے تحت پلکیں بند رکھتا کہ وہ آنکھیں اس کی پتلیوں پر لہرا رہی ہیں لیکن آسمان سے زمین تک کا جو فاصلہ تھا وہی فاصلہ ان

آنکھوں اوراس کے خواب کے درمیان حائل تھا' اور یہ فاصلہ وہ پاٹنا چاہتا تھا' ہر ایک لڑکی کی آنکھیں صرف اسی لئے غور سے دیکھتا کہ کہیں تو خواب والی آنکھیں اسے نظر آئیں اور چھ برس گزرنے کے بعد بھی وہ ناکام تھا۔

"ہومی بیٹے! شام کو جلدی گھر آجانا مسز ولید کی پارٹی میں جانا ہے۔"

"سوری مام! آج میری بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے۔"

"ایک میٹنگ کینسل کردو گے تو بزنس پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں چاہتی ہوں تم نوشابہ سے مل لو نوشی بہت اچھی لڑکی ہے۔"

"پلیز مام! آپ جانتی ہیں میں اتنی جلد ان جھنجٹوں میں نہیں پڑنا چاہتا۔" ہیمان شاہ ان کی بات کاٹتا غصے سے بولا اور نیپکن سے ہاتھ صاف کرنے لگا۔

"دیکھ رہے ہیں باذل اپنے بیٹے کو، شادی کے نام سے ہی کترا کر گزرنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں پوچھتی ہوں ۲۸ سال کا ہوگیا ہے کیا بڑھاپے میں شادی کرے گا۔"

"ہومی! تمہاری مام ٹھیک کہہ رہی ہیں اور ویسے بھی ہم کونسا کل تمہاری شادی کررہے ہیں' تم نوشابہ کو دیکھ لو تمہیں پسند آئے گی تب ہی ہم بات آگے بڑھائیں گے۔"

"نو ڈیڈ! میں ابھی قطعی طور پر شادی نہیں کرنا چاہتا اور نوشابہ جیسی لڑکیاں میرا آئیڈیل ہرگز نہیں ہیں۔"

"تمہیں کیسی لڑکی پسند ہے بتاؤ ہمیں' تم کسی کو پسند کرتے ہو تو بلاجھجک بتادو ہم اسی سے تمہاری شادی کردیں گے۔"

"ڈیڈی' میری نظر میں کوئی لڑکی نہیں ہے اور ہوتی تو کب کا اپنی زندگی میں شامل کرچکا ہوتا اور جہاں تک آئیڈیل کی بات ہے تو مجھے مغرب زدہ لڑکیاں پسند نہیں ہیں۔ اس معاملے میں میں ایک کنزرویٹو مرد ہوں۔ مجھے مکمل باحیا اور مشرقی لڑکی اپنی بیوی کے روپ میں اچھی لگتی ہے اور ایسی لڑکی مام آپ کے سرکل میں ملنا تو بہت مشکل ہوگا اور ایک بات یاد رکھئے گا مجھے جس لڑکی سے بھی شادی کرنی ہے اس کی آنکھیں گہری سیاہ ہوں گی اور جس کی آنکھیں ایسی نہیں ہوں گی وہ میری بیوی نہیں ہوگی۔" وہ ان دونوں کو حیران چھوڑ کر کرسی کھسکا کر اٹھ گیا اور کمرے میں آکر آفس جانے کی تیاری کرنے لگا۔

□□□

باذل ربانی کا اپنا کنسٹرکشن کا بزنس تھا۔ ہیمان شاہ ان کا اکلوتا بیٹا جس نے لندن یونیورسٹی سے بزنس ایڈمنسٹریشن کی ڈگری لی تھی اور اب دو سالوں سے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔ ہیمان شاہ کا ایک ہی دوست اسفندیار خان تھا' جس سے پانچویں جماعت میں دوستی ہوئی تھی اور اتنے برس گزر جانے کے باوجود بھی قائم تھی۔ اسفند کے والد باذل ربانی کے بزنس پارٹنر تھے' ان کی ڈیتھ کے بعد اسفند ہی ان کا بزنس سنبھالے ہوئے تھا۔ ہیمان اپنی ذاتی سے ذاتی بات بھی اسفند سے کرنے کا عادی تھا۔ دونوں بہت گہرے دوست اور بزنس پارٹنر تھے اور ایک دوسرے کے مشورے کے بغیر کچھ نہیں کرتے۔

"اسفی! آج کی میٹنگ تم تنہا اٹینڈ کرلینا۔ میرا موڈ نہیں ہورہا۔"

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"آئی ایم فائن۔"

"کیا بات ہے ہومی' کچھ دنوں سے ڈسٹرب لگ رہے ہو۔ کل جم بھی نہیں آئے اور ایسا اتنے سالوں میں پہلی بار ہوا ہے۔"

"کچھ نہیں ہوا یار' میرا موڈ نہیں ہوا اس لئے نہیں آیا تھا۔"

"تو مجھ سے کچھ چھپا نہیں سکتا جانتا ہے پھر بھی چھپانا چاہتا ہے۔ ایسی کیا بات ہے کہ تو مجھ سے کہتے ہوئے بھی ہچکچا رہا ہے۔" اسفی قدرے خفگی سے کہہ رہا تھا۔

"تو بھی اسفی پیچھے پڑ جاتا ہے' کبھی مجھے خود بھی کچھ سوچ لینے دیا کر۔"

"اچھا اب بکواس نہ کر اور شرافت سے بتا کیا مسئلہ ہے؟"

"شادی۔"

"تو اس لئے پریشان تھا۔"

"اور نہیں تو کیا اسفی' اس دفعہ مام میری شادی کروا کر ہی دم لیں گی اور تو جانتا ہے میں کیا چاہتا ہوں۔"

"دیکھ ہومی! تو جو چھ برسوں سے تلاشنا چاہتا ہے جس کی خاطر خوار ہورہا ہے' جس کے چہرے سے تیری آشنائی نہیں ہے اس سایہ کو تو بھول کیوں نہیں جاتا۔ وہ سایہ بس تیرا وہم ہے' ایسی کوئی لڑکی ہوتی تو اب تک مل گئی ہوتی۔"

"میں نہیں مان سکتا اسفی' جو آنکھیں میرے ذہن سے چپک گئی ہیں۔ جنہیں میں بند پلکوں کے پیچھے محسوس کرتا ہوں۔ ان کا اس دھرتی پر وجود ہی نہیں ہے۔ وہ یہی کہیں ہیں اسفی' مجھ سے بہت دور ہوکر بھی میرے بہت پاس' اپنے ہونے کا احساس دلاتیں' وہ سایہ اپنا وجود رکھتا ہے اور مجھے اسی وجود کو ڈھونڈنا ہے۔ اور تم کہتے ہو میں یہ سب اپنے ذہن سے جھٹک دوں۔ خود اپنے ہاتھوں اپنے اس خواب کو' جسے تعبیر میں ڈھلتے دیکھنے تک میں جینے کی دعا کرتا ہوں۔ توڑ دوں' یہ میرے لئے بہت مشکل ہے اسفی' میں یہ کر ہی نہیں سکتا' اور تو خود بتا کیا یہ اس لڑکی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی جسے میں اپناؤں گا کیا وہ ایک ادھورے انسان کے ساتھ جس کا دل اس کے بس میں نہیں ہے گزارہ کرلے گی۔" ہیمان شاہ شدت جذبات سے معمور لہجے میں آنکھیں بند کئے بول رہا تھا۔

"میں تجھ سے یہ نہیں کہہ رہا کہ تو ان آنکھوں کو بھول جا لیکن خود سوچ یار ایسے زندگی کب تک گزرے گی' آنٹی تجھے کتنا چاہتی ہیں تو ان کی اکلوتی اولاد ہے' وہ تیری خوشیاں چاہتی ہیں اور تو ہے کہ اپنی زندگی کسی کی تلاش کے نام کردینا چاہتا ہے۔"

"مجھے بھی افسوس ہے' میں مام ڈیڈ کو ہرٹ کررہا ہوں۔"

"ہومی! سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ان آنکھوں میں ایسا کیا ہے کہ تو دیوانہ ہوگیا ہے' ورنہ تو ہی تھا وہ جو کسی بھی لڑکی کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔ کتنی ہی لڑکیوں نے تیری مردانہ وجاہت سے امپریس ہوکر تجھے پرپوز تک کر ڈالا اور تیرا پتھر دل نہیں پگھلا' اور اب تو مستقل کسی کو ڈھونڈ رہا ہے۔"

"تو ٹھیک کہہ رہا ہے' مجھے جانے کیا ہوگیا ہے' جب سے وہ سیاہ آنکھیں میری آنکھوں نے دیکھی ہیں میں نے دنیا کو ہی دیکھنا چھوڑ دیا ہے' جگہ جگہ بکھرے حسن کی طرف میری نگاہ ہی نہیں اٹھتی' پہلے وہ آنکھیں مجھے خواب میں نظر آتیں' سوتے سے جگاتی تھیں اب تو وہ آنکھیں مجھے اپنی ذات پر چھائی محسوس ہوتی ہیں میں کسی اور کو تو کیا خود کو بھی سوچنا بھول گیا ہوں آنکھیں کھولتا ہوں تو اسے محسوس کرتا ہوں' بند کرتا ہوں تو وہ چھم سے میری پلکوں میں آن

ساتھی ہیں۔ کچھ بھی ہوجائے اسفی جب تک میرے سینے میں ایک سانس بھی باقی ہے اسے ڈھونڈتا رہوں گا' مجھے یقین ہے وہ ضرور ملے گی۔'' ہیمان شاہ ایک تیقن سے کہتا اسفند کو حیران کرگیا۔

□□□

''ہومی! کہاں ہے تو' ڈیلی گیشن کب سے آئے بیٹھے ہیں تیرا انتظار ہورہا ہے۔''

''پانچ منٹ میں پہنچ رہا ہوں۔ سوری جنٹلمین آئی ایم لیٹ۔'' اسفی کے گھورنے پر اس نے یہ چند الفاظ کہے تھے اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

''تیرا کچھ نہیں بن سکتا ہومی کے بچے' وقت پر نہیں آسکتا تھا۔''

''تو جانتا ہے وقت کی پابندی مجھ سے نہیں ہوتی۔''

''اور صرف تیری وجہ سے دو کروڑ کا ٹھیکہ ہمارے ہاتھ سے نکل جاتا تب کیا ہوتا؟''

''نکل جاتا نکلا تو نہیں۔''

''اسفی اسے گھورتے ہوئے کافی کا آرڈر دینے لگا۔ ہیمان شاہ دھیرے دھیرے کافی کے سپ لے رہا تھا یک دم چونک اٹھا ادھر ادھر دیکھا وہ اس ہنسی کے تعاقب میں تھا جس نے ہیمان شاہ کو چونکایا تھا۔ وہ کرسی سے اٹھ گیا اور ایک ایک ٹیبل پر جا کر اس ہنسی اُن آنکھوں کو تلاشنے کی کوشش کی' اسفی اس کی تمام کارروائی قدرے حیرانگی سے دیکھ رہا تھا۔

''ہومی! کیا ہوا؟''

''اسفی وہ ہنسی میں نے سنی' وہ ہنسی جو میں خواب میں سنتا ہوں' اسفی وہ میں نے خود سنی لیکن وہ آنکھیں کہیں نہیں ہیں۔''

''تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔''

''یہ کیسے ممکن ہے اسفی' میں اسے پہچاننے میں غلطی نہیں کرسکتا۔ تم ان سے کہو اسفی یہ ہنسیں ان میں سے ہی شاید کوئی میرے خواب والی لڑکی ہے۔''

ہیمان شاہ نے ایک ٹیبل پر بیٹھی دو لڑکیوں کی جانب اشارہ کیا۔

''پاگل ہوگئے ہو ہومی۔''

''پلیز اسفی مجھے سمجھنے کی کوشش کرو وہ یہیں کہیں ہے میرے بہت پاس۔'' وہ اسفی کو کاندھے سے پکڑے عجیب کشمکش میں تھا' اس کے باقی لفظ منہ میں ہی رہ گئے' اسفی یہ ہنسی سنی تم نے' وہ باہر کی جانب لپکا کیونکہ وہ ہنسی اس وقت ہیمان شاہ کو دور سے آتی محسوس ہوئی تھی۔ اسفی فوراً ہی اس کے پیچھے باہر آیا تھا۔ دیوانوں کی طرح ادھر ادھر کچھ دیکھتے ہومی پر بگڑ اٹھا۔

''اسفی! ایسے کیوں کہہ رہے ہو کیا تم نے خود نہیں سنی تھی۔''

''مجھے تم سے اتنے پاگل پن کی امید نہ تھی' کیسے ان لڑکیوں کو دیکھ رہے تھے کوئی چپیڑ جڑ دیتی تو پتہ لگتا اور اوپر سے جناب فرما رہے تھے کہ ان لڑکیوں سے کہوں وہ ہنسیں' بہت خوب۔''

''تمہیں یہ سب مذاق لگتا ہوگا مگر میں نے وہ ہنسی خود اپنے کانوں سے سنی تھی۔ وہ آنکھیں ان میں سے کسی لڑکی کی نہیں تھیں لیکن مجھے یقین ہوگیا ہے اسفی وہ یہیں ہے اور مجھے ضرور ملے گی۔''

ہیمان شاہ سوچ سوچ کر تھک گیا لیکن کوئی سرا اس کے ہاتھ نہیں لگ پایا تھا۔ اس نسوانی قہقہے کو میں پہچاننے میں غلطی کر ہی نہیں سکتا' جو میرے آس پاس بکھرا ہے' اسے پہچاننے میں غلطی کیونکر ہوسکتی ہے' اگر وہ ہنسی خواب والی تھی' ایسی کوئی لڑکی موجود تھی تو مجھے نظر کیوں نہیں آئی۔ وہ میرے سوئے جذبات جگا کر کہاں گم ہوگئی۔ ہیمان شاہ مضطرب سا کمرے

میں ٹہل رہا تھا۔ جب خود سے لڑ لڑ کر تھک گیا تو رائٹنگ ٹیبل پر آ گیا اور کاغذ پینسل نکال کر اسکیچ بنانے لگا اور چند ہی گھنٹوں میں خواب حقیقت کے قالب میں ڈھلا محسوس ہورہا تھا۔ پورے صفحے پر دو روشن آنکھیں بولتی محسوس ہورہی تھیں۔ ہیمان شاہ نے ٹائم دیکھا تو ڈھائی بج رہے تھے' چیزیں سمیٹتا بستر پر آ گیا' سوچیں اس قدر دل و دماغ پر حاوی تھیں کہ وہ چاہ کر بھی نہیں سو پایا' گھڑی ساڑھے چار بجا رہی تھی اور اس وقت سو کر اٹھنے والا ہیمان شاہ آج پہلے سے ہی جاگ رہا تھا اور ایسا چھ برسوں میں پہلی بار ہوا تھا کہ اس نے خواب نہیں دیکھا تھا اور دھیرے دھیرے رات نے اپنے پر سمیٹ لئے تھے۔

□□□

یونیورسٹی میں سالانہ فنکشن تھا' جس میں بازل ربانی بطور چیف گیسٹ مدعو تھے۔ بازل ربانی کو ضروری کام پڑ گیا اور ران کے ریکویسٹ کرنے پر ہیمان شاہ ان کی جگہ آ گیا تھا اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ ہیمان شاہ تنہا چلا جاتا' اسفند یار خان اس کے ساتھ آیا تھا اور شو پوری طرح انجوائے کررہا تھا۔ جبکہ ہیمان شاہ اس گھڑی کو کوس رہا تھا جب یہاں آنے کی حامی بھری تھی۔

''اب اپنی آواز کا جادو جگانے آرہی ہیں فورتھ ایئر کی طالبہ انتثال آفندی' آپ کی بھرپور تالیوں میں انتثال آفندی۔''

''ایکسکیوزمی!'' ہیمان شاہ کے موبائل پر بیپ ہوئی تھی وہ اسفی کو اشارے سے ابھی آنے کا کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر کی جانب بڑھا۔

''کسی مہربان نے آکے میری زندگی سجادی۔''

ایک سحر تھا آواز میں جس نے ہیمان شاہ کو پلٹنے پر مجبور کردیا اور وہ پلٹتے ہی ساکت ہوگیا۔ موبائل فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔

ہیمان شاہ اسٹیج پر کھڑی گانا گاتی اس ساحرہ کو یک ٹک دیکھ رہا تھا۔ وہ دھندلا سا عکس وہ سایہ اسے دیکھتے ہی مکمل ہوگیا تھا۔ وہ سیاہ خوبصورت آنکھیں جنہیں خوابوں میں بار ہا دیکھا تھا' چھ برسوں سے اس کی تنہائیوں کی ساتھی' جس کی تلاش میں وہ کہاں کہاں نہیں بھٹکا تھا' آج وہ نین کنول اس سے چند قدموں کی دوری پر تھے۔ ہیمان شاہ دیوانگی کے عالم میں اردگرد کا ہوش بھلائے اس تک پہنچا تھا۔ انتثال آفندی اس سب سے انجان گانے میں مشغول تھی' ہیمان شاہ نے اسے کاندھے سے تھام کر رخ اس کا اپنی جانب کیا' انتثال آفندی پیچھے ہٹنا چاہتی تھی لیکن ہیمان شاہ نے اسے مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ وہ بہت پیاسی نگاہوں سے اسے تک رہا تھا' وہ ہیمان شاہ کے بہت نزدیک کھڑی تھی اور وہ آنکھیں ہی نہیں چہرے کے ایک ایک نقوش کو چھو سکتا تھا۔

ہیمان شاہ نے اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلیاں اس کی آنکھوں پر پھیری تھیں' انتثال آفندی بدک کر پیچھے ہٹنے لگی' ہیمان شاہ کی گرفت کچھ دیر کے لئے کمزور پڑی تھی اس نے پھر سے مضبوطی سے اسے بازوؤں سے تھام لیا۔

''تم! مجھے یقین تھا تم مجھے ضرور ملوگی' تمہاری آنکھیں۔''

ہیمان شاہ کچھ اور غلطی کرتا اس سے قبل اسفی نے اسے روک لیا تھا۔ وہ لڑکی اسٹیج پر کھڑی ہچکیوں سے رو رہی تھی' چند ٹیچرز اسٹیج پر آ گئے تھے اور پورے ہال میں دبی دبی سرگوشیاں و چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں۔ چند منچلے خود کو سیٹی بجانے سے روک نہیں پائے تھے۔

''واٹ از دس مسٹر ہیمان شاہ؟'' ایک سینئر ٹیچر غصے سے کہہ رہے تھے' ہیمان شاہ کسی کی نہیں سن

رہا تھا' وہ تو بس انتثال آفندی کو دیکھے جا رہا تھا۔

''ہومی! چلو یہاں سے' میں نے کہا چلو یہاں سے۔'' اسفند غصے سے کہتا اسے لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔

''اسفی! میں کہتا تھا ناں کہ وہ مجھے ضرور ملے گی' اور دیکھو آج وہ دھندلا عکس مکمل ہو گیا' ہیمان شاہ کی تکمیل ہو گئی اس کی ہر تلاش ختم ہو گئی' اسفی یہی ہے وہ لڑکی جس کی آنکھیں مجھے سوتے سے جگاتی ہیں' مجھے بے چین رکھتی ہیں۔''

''شٹ اپ ہیمان۔'' اسفند نے غصے سے اسے جھنجوڑ ڈالا۔ اور وہ اتنی زور سے دھاڑا تھا کہ پورے ہال میں سکوت چھا گیا۔ اور اسی ہال میں سے ایک نوجوان اٹھ کر اسٹیج تک آیا اور روتی ہوئی انتثال آفندی کو گھسیٹتا ہوا لے جانے لگا' ہیمان شاہ اس کی جانب بڑھنا چاہتا تھا اسفی نے اسے روک لیا اور زبردستی گاڑی تک لایا۔

''اسفی' چھوڑو مجھے' دیکھو اسفی وہ جا رہی ہے پلیز مجھے جانے دو۔'' اسفند نے اس کی ایک نہ سنی زبردستی گاڑی میں دھکیل کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

''اسفی!''

''اسٹاپ اٹ ہومی' اس وقت میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا بہتر ہوگا مجھے خاموشی سے ڈرائیونگ کرنے دو۔''

''کیوں لے آئے وہاں سے مجھے زبردستی۔''

''بہت خوب ہیمان شاہ اتنا تماشہ کھڑا کر دینے کے بعد بھی کوئی کسر باقی رہ گئی تھی جو کچھ دیر اور وہاں ٹھہرنا چاہتے تھے۔''

''تم تو کچھ بولو ہی نہیں' جس لڑکی کو میں نے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا تھا اور وہ جب مجھے ملی تو تم دیوار بن گئے۔ میں اس سے کچھ کہہ ہی نہیں پایا۔''

''اور کیا کہنا چاہتے تھے تم' سب کچھ تو کر دیا' کس طرح پکڑے کھڑے تھے' کم از کم تمہیں یہ تو سوچنا چاہئے تھا تم اس وقت کہاں موجود ہو' لوگ کس طرح ہنس رہے تھے' طرح طرح کی باتیں بنا رہے تھے تمہیں کسی بات کی پرواہ نہیں ہے' تم نے تو ہر حد پھلانگ دی۔ یہ سوچا ہے تم نے ہومی! وہ اب کس طرح یونیورسٹی آسکے گی' لوگ انگلیاں نہیں اٹھائیں گے اسکے کردار پر' لیکن تم یہ سب کیوں سوچنے لگے' تم تو اس بات سے خوش ہو کہ تمہارے چھ سالوں کی تلاش ختم ہو گئی' وہ لڑکی اب چاہے جائے بھاڑ میں۔''

''شٹ اپ اسفی! تمہیں کوئی حق نہیں ہے اس کے بارے میں کچھ بھی کہنے کا۔''

''اور تمہیں حق تھا یوں اسٹیج پر جا کر اسے چھونے کا' اس لڑکی کو بے عزت کرنے کا۔''

''ایم سوری اسفی! لیکن میں کیا کرتا جیسے ہی میری نگاہ اس پر پڑی وہ سایہ یک دم میری آنکھوں میں لہراتے ہوئے مکمل ہو گیا اور میں دیوانہ وار سب کچھ بھلا کر اس کی جانب لپکا' میں محسوس کرنا چاہتا تھا' چھو کر دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ میرا وہم تو نہیں ہے' کیا واقعی خواب نے حقیقت کا روپ دھار لیا ہے' میں یقین کر لینا چاہتا تھا' مجھے نہیں پتہ تھا اسفی میں کیا کر رہا ہوں' کہاں ہوں' مجھے صرف یہ معلوم تھا وہ میرے سامنے ہے' مجھے اس کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔'' وہ بہت بے بسی سے کہہ رہا تھا اور اسفی لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔

''تمہاری بے خودی نے کسی کا بہت بڑا نقصان کروا دیا ہوگی' جسکا تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے۔'' اسفند کو وہ آدمی جو غصہ سے اس لڑکی کو گھسیٹ کر لے جا رہا تھا یاد آ گیا' جانے کون تھا وہ اس لڑکی کا' اور یہ ہیمان اب کیا کرے گا' وہ بہت کچھ سوچتے ہوئے

ڈرائیو کر رہا تھا۔

□□□

''آج ہر اخبار کی شہ سرخی تھی کہ بزنس ٹائیکون باذل ربانی شاہ کا اکلوتا بیٹا ہیمان شاہ' یونیورسٹی گرل انتثال آفندی کی زلف کا اسیر اور نشہ کی حالت میں کچھ نازیبا حرکات کرتے ہوئے پایا گیا۔

''یہ کیا ہے ہیمان؟'' باذل ربانی نے غصہ سے اخبار ہیمان شاہ کے سامنے پھینکا تھا۔

''ڈیڈ یہ سب غلط ہے' اس میں جھوٹ لکھا ہے ڈیڈ انتثال ایسی نہیں ہے۔ سب بکواس ہے ڈیڈ۔''

''یہی لڑکی تھی جس کی وجہ سے اب تک تم شادی سے انکاری تھے۔ اور یہ سب کرتے تمہیں شرم نہیں آئی ہیمان' اپنی نہیں تو باپ کی عزت کا ہی کچھ خیال کر لیتے۔''

''ڈیڈ وہ سب میں نے بے اختیاری میں کیا' مجھے جانے کیا ہو گیا تھا لیکن ڈیڈ اس سب میں اس لڑکی کا کوئی قصور نہیں ہے' اخبار والوں کو تو بس موقع ملنا چاہئے۔'' ہیمان شاہ کے بارے میں جو کچھ بھی لکھا تھا اس سے ہیمان شاہ کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا وہ تو انتثال کے بارے میں غلط سلط باتیں پڑھ کر غصہ میں آ گیا تھا اور باپ کے سامنے بھی اپنا دفاع کرنے کی بجائے اسے بے قصور ثابت کرنے پر تلا تھا۔

''ڈیڈ! میں انتثال سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

''ہرگز نہیں ہیمان! تم پہلے اس لڑکی سے شادی کا کہتے تو میں مان بھی لیتا' اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد تو کبھی بھی نہیں۔'' باذل ربانی بہت غصہ میں تھے۔ نور دونوں باپ بیٹے کو بہت خاموشی سے دیکھ رہی تھیں۔

''ڈیڈ میں پہلے خود نہیں جانتا تھا اور اب بھی صرف نام کے علاوہ مجھے کچھ نہیں معلوم' لیکن یہ بات تو طے ہے کہ مجھے شادی اسی سے کرنی ہے۔ میری چھ برسوں کی تلاش اسی پر آ کر ختم ہوتی ہے۔'' ہیمان شاہ نے کل ہونے والے واقعے سے لے کر اپنے خوابوں تک کا مسٹر اینڈ مسز باذل ربانی کو کہہ سنایا۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو ہومی!''

''مام! میں نے جو کچھ کہا ایک دم سچ ہے' میں شادی کے نام سے چڑتا ہی اس لئے تھا کہ مجھے اپنے خوابوں والی لڑکی کو ڈھونڈنا تھا اور مام یہی وجہ ہے جب وہ مجھے نظر آئی تو میں سب کچھ فراموش کر گیا لیکن مام! میری بے اختیاری' میرے دیوانہ پن کی سزا اس معصوم لڑکی کو نہیں ملے گی' جو کل تک مجھ سے اتنی ہی انجان تھی جتنا کہ میں' ہو سکتا ہے مام اس سب کے بعد وہ مجھ سے نفرت کرنے لگے' میری صورت بھی نہ دیکھنا چاہے' میں صرف اس کو چاہتا ہوں اور اسے اپنا کر رہوں گا کیونکہ مام' میری محبت میں اس کی عزت اس کا کردار داؤ پر لگ گیا ہے اور مجھے دنیا کے سامنے اسے سرخرو کرنا ہے' چاہے اس کے لئے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے۔''

ہیمان شاہ کے پرعزم لہجے نے ان دونوں کو سن کر دیا۔

□□□

''باذل! کیا ہو گیا ہے آپ کو کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ دیکھا نہیں تھا آپ نے وہ کس طرح اس لڑکی کا دفاع کر رہا تھا' باذل میں نے اپنے بیٹے کی آنکھوں میں محبت دیکھی ہے' اسے پانے کا عزم دیکھا ہے۔''

''یہی وجہ تھی نور جو میں ان دو ٹکے کے لوگوں کے گھر چلا گیا ان کے اتنا بے عزت کرنے پر بھی خاموش رہا کہ میرے بیٹے کے دل کا معاملہ ہے' صرف اپنے بیٹے کی خوشی کی خاطر اپنے سے کمتر

لوگوں کے ہاں سوالی بن کر گیا' کیا یہی کافی نہیں ہے کہ اتنی بے عزتی کے بعد پھر ان کے آگے ہاتھ پھیلاؤں۔ اب اس قصے کو یہیں ختم ہو جانا چاہیے۔ اب میں اس لڑکی کا نام بھی نہیں سننا چاہتا۔"

"کل اس کی شادی ہے باذل! اور آپ کیوں چاہتے ہیں ہمارا بیٹا ایک کسک کے ساتھ زندہ رہے' ہمیں اسے بتا دینا چاہیے۔"

"ہرگز نہیں نور! میں نہیں چاہتا کہ میرا بیٹا کچھ اور غلط کرے' پہلے ہی کم بدنامی نہیں ہوئی' جس باذل ربانی شاہ سے لوگ بات کرتے ڈرتے تھے آج وہی ہر اخبار کی زینت ہے۔ میری مارکیٹ میں کیا ریپوٹیشن ہوگئی ہے تم تصور بھی نہیں کر سکتیں' بہتر ہوگا ہم اس چیپٹر کو یہیں کلوز کر دیں۔"

"ڈیڈ! یہ کوئی کتاب نہیں ہے جسے آپ بند کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ میری زندگی کا معاملہ ہے۔ اور آپ میرا ساتھ دینا چاہتے ہیں یا نہیں۔"

"تمہارا ساتھ دیتے ہوئے ہی ہم وہاں چلے گئے تھے اور کیا ملا؟ باذل ربانی کو انہوں نے دھکے مار کر نکال دیا۔ اور اتنی ذلت ہم نے صرف تمہاری محبت میں اٹھائی اور تم کہتے ہو تمہیں ہماری مدد کی ضرورت بھی نہیں' تم تنہا اپنی زندگی کا ہر فیصلہ کر سکتے ہو۔"

باذل ربانی کے بہت دکھ سے کہنے پر ہیمان شاہ پشیمان ہوگیا۔

"ایم سوری ڈیڈ! میرا مطلب یہ نہیں تھا' آپ کے بغیر تو میں کچھ بھی نہیں کر سکتا لیکن ڈیڈ اگر اس کی شادی کہیں اور ہوگئی تو میں جی نہیں پاؤں گا۔" ہیمان شاہ باذل ربانی کی گود میں سر رکھے بلک اٹھا۔

"وہ کسی بھی طور سے اپنی بھانجی کی شادی تم سے کرنے پر تیار نہیں ہیں ہم نے اپنی ہر ممکن کوشش کر ڈالی' ان کی ایک ہی ضد ہے کہ وہ ان کے بیٹے کی بیوی بنے گی۔" باذل ربانی کا دل پسیج گیا تھا وہ بہت نرمی سے اس کے سر میں ہاتھ پھیر رہے تھے۔

"میں تو سمجھ نہیں پا رہا کہ اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی وہ اس لڑکی کو اپنی بہو کیوں بنانا چاہتے ہیں۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو اسفی! میں سمجھا نہیں۔"

"خود سوچو یار' جب ہم اس لڑکی سے ملے تھے جس نے ہمیں انتشال کے بارے میں تمام انفارمیشن دی۔ اس کہا تھا کہ وہ اپنے ماموں کے گھر میں رہتی ہے' پیرنٹس کی ڈیتھ ہوگئی ہے اور اس کی مامی اسے خاص پسند نہیں کرتی۔ وہ کونسا ظلم ہے جو انہوں نے انتشال پر نہیں کیا۔ وہ انتشال سے اتنی ہی نفرت کرتی ہیں تو اپنی بہو کیوں بنانا چاہتی ہیں اور ہومی تجھے وہ آدمی یاد ہے جو اس دن زبردستی انتشال کو وہاں سے لے گیا تھا۔ اس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اخبارات میں اتنا سب کچھ چھپنے کے بعد بھی وہ آدمی اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کوئی تو وجہ ہوگی۔" اسفند کے پرسوچ لہجے نے ان تینوں کو بھی سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"کچھ سمجھ نہیں آ رہا آخر ان لوگوں کو انتشال سے کیا لالچ ہو سکتا ہے۔" ہیمان شاہ کے کہنے پر باذل ربانی چونک اٹھے۔

"نور! اس وقت سیف میں تقریباً کتنی رقم موجود ہوگی۔"

"یہی کوئی چھ' سات لاکھ' مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"نور! وہ تمام رقم بریف کیس میں ڈال کر لے آؤ۔"

"انکل! آپ کیا کرنا چاہ رہے ہیں؟"

"تم لوگ دیکھتے جاؤ' میں کیا کرتا ہوں۔ خادم

حسین ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔"

نور نے بریف کیس لا کر باذل ربانی کے صوفے کے پاس رکھ دیا تھا۔

"ہیمان! تم اسفی کے ساتھ جا کر ضروری شاپنگ کر لو اور نور آپ گھر میں بہو کے آنے کی تیاریاں کر لیں۔"

"ڈیڈ.....!"

"کچھ نہیں کہو اپنے باپ پر بھروسہ ہے ناں وہ سب ٹھیک کر دے گا۔ تم صرف جشن کی تیاریاں شروع کرو۔" باذل ربانی نے نوٹوں سے بھرا بریف کیس اٹھایا اور ان تینوں کو حیران چھوڑ کر باہر نکل گئے اور وہ اپنی حیرت سے نکل کر ویسا ہی کرنے لگے جیسا باذل ربانی کہہ گئے تھے۔

□□□

انتشال آفندی! وسیع و عریض کمرے میں جسے بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا' بہت خاموشی سے بیٹھی تھی' اس کی پلکوں سے آنسو ٹپک رہے تھے' جنہیں صاف کرنے کی اسے ضرورت محسوس نہیں ہوئی وہ بہت گہری سوچ میں ڈوبی تھی۔ یہی تھی میری قسمت کہ ایک انجان شخص جس کے نام تک سے میں واقف نہ تھی آج اسی کے کمرے میں اس کی منکوحہ کی حیثیت سے موجود ہوں۔ اسی شخص کی بیوی جس کی وجہ سے میں معتوب ٹھہرائی گئی۔ میرے کردار پر انگلیاں اٹھائی گئیں۔ زبردستی اسی کی بنا دی گئی۔ میری کوئی حیثیت' اوقات کوئی مرضی نہیں تھی۔ پہلے ماموں نے صرف دکانوں اور گھر کے لالچ میں میری شادی اپنے بیٹے سے طے کر دی اور میں احتجاج بھی نہیں کر سکی۔ کیا جن لڑکیوں کے ماں باپ مرجاتے ہیں وہ یونہی کٹھ پتلی بن جایا کرتی ہیں۔ جس نے جب چاہا اپنی انگلیوں پر نچا لیا۔ اور میری حیثیت تو ایک مہرے کی سی تھی' جب تک مجھ سے فائدہ پہنچتا رہا اپنے پاس رکھا' کسی نے میری قیمت زیادہ لگا دی تو اپنی زندگیوں سے نکال باہر کیا' وہ بھی اسی شخص کے ساتھ جو ان کے لئے قابل نفرت اور زمانے بھر کا بدمعاش آدمی تھا' اس میں یکدم اتنے لعل کیسے لگ گئے کہ زندگی بھر کے لئے ناتا جوڑ لیا۔ انتشال آفندی کو چند روپوں کے عوض بیچ دیا۔ کسی نے بولی لگائی اور کسی نے قیمت وصولی' بس یہی تھی انتشال آفندی کی اوقات کہ چند کھنکتے سکے اس کی زندگی کا فیصلہ کر گئے' کیوں ہوا میرے ساتھ ایسا؟ کیوں؟ کیوں چھوڑ گئے بابا آپ بے درد زمانے میں تنہا سب کا مقابلہ کرنے کے لئے' ایک بار بھی اپنی تشہ کے بارے میں نہیں سوچا کہ کیسے آپ لوگوں کے بغیر وہ رہے گی' آپ کی انگلی تھام کر چلنے والی زندگی کا ہر کٹھن راستہ تنہا عبور کیسے کر پائے گی' مامی کا ہر ظلم زیادتی برداشت کرتی رہی اور جب آپ کی بیٹی کے کردار پر سوال اٹھایا گیا' اسے بے عزت کیا گیا تب کوئی اس کی مدد کو نہیں آیا' صفائیاں دے دے کر تھک گئی اور آج بابا اسی شخص کے ہاتھوں آپ کی بیٹی کو بیچ دیا گیا جس نے اس کی ذات کو سوالیہ نشان بنایا تھا۔ بابا! آپ کی تشہ بک گئی' بک گئی بابا آپ کی تشہ' اگر آپ زندہ ہوتے بابا تو کیا آپ کی تشہ کے ساتھ یہ سب ہوتا؟ آپ کی بیٹی کی بولی لگ رہی تھی بابا اور وہ زندہ رہی' مجھے موت کیوں نہیں آئی بابا' میں مرجانا چاہتی ہوں' زندگی سے لڑتے لڑتے تھک گئی ہوں۔ ماں کی آغوش میں سر رکھ کر سونا چاہتی ہوں۔ آ کر دیکھئے ماما' بابا آپ کی تشہ کس حال میں ہے' روح تک زخمی ہوگئی ہے اور اف تک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

ہیمان شاہ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے سے صوفے پر

بیٹھا اسے بغور دیکھ رہا تھا جو ارد گرد سے انجان کسی اور ہی دنیا میں پہنچی ہوئی تھی' آنسو اس کی خوبصورت آنکھوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے' ہیمان شاہ کو اس کی جگہ ایک مومی مجسمے کا خیال گزر رہا تھا۔ اتنی دیر میں اس کے وجود میں ہلکی سی بھی جنبش نہیں ہوئی تھی' وہ اس کمرے میں موجود ہو کر بھی نہیں تھی۔

ہیمان شاہ نے اس کی محویت کو توڑنے کے لئے ڈریسنگ ٹیبل کی دراز کو کھول کر زور سے بند کیا تھا جواباً وہ چونک اٹھی اور سہم کر اسے دیکھنے لگی۔ ہیمان شاہ نے پلٹ کر بغور اسے دیکھا' خوف' وحشت' انجانا سا ڈر کیا کچھ نہیں تھا ان سیاہ کجرارے نینوں میں' وہ خوف زدہ سی کوئی ہرنی معلوم ہوتی تھی۔

"آپ کو ڈرانے کے لئے معذرت چاہتا ہوں' لیکن آپ اپنے خیالوں میں اتنی گم تھیں کہ مجھے یہ سب کرنا پڑا۔" ہیمان شاہ پھولوں کی لڑیاں ہٹاتا بیڈ کے کونے پر ہی ٹک گیا اور ایک مخملی سرخ رنگ کی ڈبیا میں سے خوبصورت سی پائل نکال کر پہنانے کے لئے اقتشال کی اجازت طلب کرنے لگا۔ اقتشال خوف سے پیلی پڑتی بیڈ کے کونے سے جا چپکی۔

"نہیں' مجھے کچھ نہیں چاہئے دور رہیں مجھ سے' نزدیک آنے کی کوشش نہ کریں۔" اس کے وجود کی طرح اس کی آواز بھی لرز رہی تھی۔

"اوکے فائن۔ میں آپ سے کچھ نہیں کہہ رہا' بس آپ روئیں نہیں۔" ہیمان شاہ بیڈ سے دور جا کھڑا ہوا' اور اسے روتے دیکھنا برداشت نہ ہو سکا تو ٹوک گیا۔

"پلیز اقتشال اپنے قیمتی آنسو یوں ضائع نہ کریں' آپ جو چاہتی ہیں وہی ہوگا' آپ کو یہ نہیں چاہئے تو ٹھیک ہے میں نہیں دیتا۔" ہیمان شاہ نے پازیب اس ڈبیا میں واپس رکھ کر دراز میں ڈال دی۔

"آپ کو مجھ سے گھبرانے یا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے اقتشال' میں آپ کی مرضی کے بغیر اپنا کوئی حق استعمال نہیں کروں گا۔ پہلے ہی میں آپ کو زبردستی اپنی زندگی میں شامل کر چکا ہوں' لیکن میں نہیں چاہتا آپ تمام عمر مجبوریوں کے سہارے گزار دیں۔ میں اپنی کوئی صفائی پیش نہیں کر رہا' میری وجہ سے جو دکھ آپ کو ملے' لوگوں نے آپ کے بارے میں جو کچھ بھی کہا اس اذیت کا مداوا میں کر ہی نہیں سکتا' لیکن اس شادی کے بعد لوگوں کی زبانیں بند ضرور ہو جائیں گی' میں نے دنیا کی کبھی پروا نہیں کی' اور آج بھی مجھے کسی کی پرواہ ہے تو صرف آپ کی۔ آپ میرا خواب ہیں' میرے جینے کی بہت بڑی وجہ' اور آپ کے بھی یقیناً کچھ خواب ہوں گے جو صرف میرے خوابوں کی تکمیل کے باعث ادھورے رہ گئے۔ میں ایسا کچھ بھی نہیں چاہتا تھا' ہماری پہلی ملاقات سے آج تک جو بھی میں نے کیا اور جو کچھ ہوا' وہ سب میرے اختیار سے باہر تھا۔ میری بے اختیاری میرے لئے سزا بن گئی اور میں ان نگاہوں سے گر گیا' جنہیں چھ برسوں سے پوجتا آ رہا ہوں۔"

ہیمان شاہ کی آواز ہلکے ہوتے ہوتے سرگوشی میں ڈھل گئی تھی۔ اقتشال قدرے حیرانگی سے اسے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ کیا کہہ گیا ہے۔

"ارے' میں بھی کب سے بولے جا رہا ہوں یہ بھی نہیں سوچا کہ آپ تھک گئی ہوں گی' اقتشال وہ سامنے واش روم اور اسی کے برابر میں ڈریسنگ روم ہے۔ فریش ہو کر آرام کریں' کافی رات ڈھل گئی ہے۔" ہیمان شاہ اپنے لہجے میں مصنوعی بشاشت پیدا کرتے ہوئے بولا اور تکیہ اٹھاتا صوفہ کم بیڈ پر نیم دراز ہو گیا۔ اقتشال لہنگا سنبھالتی اٹھی اور ڈریسنگ روم میں کپڑے چینج کرنے چلی گئی۔ فریش ہو کر لوٹی تو ہیمان شاہ کو صوفے پر پایا' خاموشی سے بیڈ پر آ کر لیٹ گئی اور ہیمان شاہ کے عجیب و غریب رویے کو سوچتے ہوئے جانے کب نیند کی وادیوں میں کھو گئی۔

□□□

وہ ایک صحرا میں کھڑا جانے کیا تلاش کر رہا تھا۔ اس کی نگاہ سرخ لہراتے آنچل پر پڑی' اس نے مسکراتے ہوئے اس آنچل کو دیکھا اور تھوڑا سا آگے بڑھ کر اس آنچل کو تھام لیا اور اسے ہاتھ پر لپیٹتے ہوئے اس کے آخری سرے تک جیسے ہی پہنچا ایک مدھری ہنسی سنسان بیابان صحرا میں ہر سو پھیل گئی۔ اس نے آنچل کو اپنی مٹھی سے آزاد کرتے ہوئے اسے کاندھے سے تھام لیا لیکن وہ حیران رہ گیا' سیاہ نین اشک بار تھے' اس نے جیسے ہی تڑپ کر ان موتیوں کو چن لینا چاہا وہ اس سے بہت دور جا کھڑی ہوئی اور اسے بہت شکوہ کناں نگاہوں سے تکنے لگی اور اس کی سسکیاں پورے صحرا میں پھیل گئیں۔ سرخ آنچل' سفید رنگ میں ڈھل گیا' وہ بے تاب ہو کر اسے پکڑنے کو بھاگا لیکن وہ اس سے دور بہت دور ہوتی چلی گئی اور وہ تڑپ تڑپ کر اسے پکارتا صحرا کی دھول اڑانے لگا۔

"اقتشال! ہیمان شاہ اندھیرے میں خود کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیمپ آن کرنے کی کوشش کی تو احساس ہوا کہ وہ کہاں ہے۔ اندھیرے میں ہی چلتا ہوا ڈریسنگ روم تک گیا لائٹ آن کرتا صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ یہ آج میں نے کیسا خواب دیکھا' اس طرح تو میں نے پہلے کبھی...... شاید اقتشال مجھ سے ناراض ہے اس لئے' میں اس کی ہر ناراضگی ختم کر دوں گا۔ اسے بتاؤں گا کہ میں اسے کتنا چاہتا ہوں۔ ہیمان شاہ آج کے خواب کو دیکھ کر از حد پریشان تھا۔

□□□

"اقتشال بیٹی! کچھ لو نہ تمہاری پلیٹ تو بالکل خالی ہے۔"

"بس مام! میرا پیٹ بھر گیا ہے۔"

"ایسے کیسے بھر گیا ابھی تو تم نے کچھ کھایا ہی نہیں ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔"

"ہیمان شاہ نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا وہ کافی افسردہ سی لگی۔

"یہ کیا ہے ڈیڈ!"

"سوئٹزر لینڈ کے ٹکٹ ہیں' تم بہو کے ساتھ کل کی فلائٹ سے ہنی مون کے لئے جا رہے ہو۔"

"لیکن ڈیڈ! آفس میں کتنا کام ہے۔"

"آفس کی فکر تم نہ کرو' میں اور آصفی ہیں یہاں' تم جاؤ انجوائے کرو۔"

اقتشال نے باذل ربانی کے کہنے پر گھبرا کر برابر بیٹھے ہیمان شاہ کو دیکھا وہ بھی اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہ میں بے چینی دیکھ کر نظر چرا گیا۔

"تم کیوں خاموش ہو بیٹا؟"

"جی کچھ نہیں' ویسے ہی میں کیا بولوں۔" اقتشال گڑبڑا گئی۔

"کیوں کچھ نہیں بول سکتیں' کہیں اور جانا چاہتی ہو تو بتا دو' میں نے کافی دن سوچا جب تم دونوں نے ہی منہ سے کچھ نہیں نکالا تو میں نے سیٹ کنفرم کروا دیں۔ میں چلتا ہوں' آفس سے لیٹ ہو رہا ہوں۔" باذل ربانی بریف کیس اٹھا کر ڈائننگ روم سے نکل گئے۔

'اب کیا ہوگا' ڈیڈ کو میں کیسے سمجھاؤں کہ......'

"ہونی......!"

”جی مام!“

”کیا سوچ رہے ہو بیٹا؟“

”کچھ نہیں مام۔“

”اب بھی مجھ سے کچھ چھپائے گا؟“

”آپ کیا کہہ رہی ہیں مام میں سمجھا نہیں اور میں آپ سے کیا چھپاؤں گا۔“

”تو کیا سمجھتا ہے تو مجھے کچھ بتائے گا نہیں تو مجھے پتہ نہیں چلے گا‘ ماں ہوں میں تیری‘ تجھے چوٹ بعد میں لگتی ہے اس کا احساس اس ماں کو پہلے ہی ہوجاتا ہے۔ تو کیا سمجھتا ہے تو نے مجھ سے کہا تو خوش ہے اور میں نے مان لیا‘ تیری آنکھوں میں اپنی خوشیاں تلاشنے والی تیری ماں کیا ان میں آنسوؤں کی تحریر نہیں پڑھ سکتی۔“

”ماں!“ ہیمان شاہ اپنی کرسی سے اٹھ کر نور کے گھٹنوں پر سر رکھ کر ان کی چیئر کے نزدیک بیٹھ گیا۔

”مام! میں بہت تھک گیا ہوں‘ تھک گیا اپنے خوابوں کے پیچھے بھاگتے ہوئے‘ ان کی تعبیر تلاشتے میں خود کھو گیا‘ میرا وجود چھلنی چھلنی ہوگیا۔ مام! مجھ سے اب نہیں جیا جاتا‘ ایسی کھوکھلی زندگی جینے سے تو بہتر ہے مجھے موت آجائے۔“

”ہومی!“ نور نے تڑپ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ”ہومی تو نے آج تو کہہ دیا آئندہ ایسی بات منہ سے بھی مت نکالنا‘ تجھے کچھ ہوگیا تو میں بھی جی نہیں پاؤں گی‘ کیا تو چاہتا ہے کہ میں مرجاؤں؟“

”نہیں مام! آپ تو میرے جینے کا سہارا ہیں‘ کیا آپ مجھ سے وہ سہارا بھی چھین لینا چاہتی ہیں۔ اس نے تو مجھے تنہا کردیا اور کیا آپ بھی......“

”اس نے تجھے تنہا کردیا تو‘ تو نے کیوں اپنی موجودگی کا احساس نہیں دلایا‘ کیوں تم دونوں تنہا جی رہے ہو۔“

”مام! میں چاہتا تھا اسے بتاتا کہ میں اسے کتنا چاہتا ہوں‘ برسوں اس کی آنکھوں سے عشق کرتا آرہا ہوں‘ لیکن مام! میں اس کی آنکھوں میں غیریت دیکھ کر بھی کیسے اسے اپنائیت کا احساس دلاتا۔ وہ میری موجودگی سے خوفزدہ تھی۔ اس کی آنکھوں میں میری وجہ سے آنسو تھے اور میں حق رکھتے ہوئے بھی آگے بڑھ کر انہیں پونچھ نہیں سکتا تھا۔ میں اسے کہہ ہی نہیں سکا کہ وہ روئے نہیں‘ اسے روتے دیکھنا میرے لئے آسان نہیں ہے اور مام جن آنکھوں کی ادا ہی مجھے رات دن بے چین رکھتی تھی‘ کیا انہیں میں کوئی دکھ دے سکتا ہوں‘ جن سے میرے سکھ وابستہ ہیں‘ ہیمان شاہ کے جینے کا مقصد کسی کی جستجو‘ اس کے وجود کی تلاش تھا‘ اور میری تلاش تو ختم ہوگئی‘ مام! میری آزمائش ختم نہیں ہوئی۔ جن آنکھوں میں اپنے لئے محبت دیکھنے کی کبھی دعا کی تھی انہی میں میرے لئے نفرت ہے۔ میری ہر دعا بے مراد لوٹ آئی‘ میری اتنی سی جلد بازی و بے اختیاری میرے لئے سزا بن گئی‘ وہ میری ہو کر بھی مجھ سے دور ہے۔ ان آنکھوں میں میرے لئے محبت تو کیا شناسائی کی ننھی سی قندیل بھی نہ جل سکی۔ کیا خواب دیکھنا‘ ان کی تعبیر چاہنا اتنا بڑا جرم ہے کہ میں بالکل تنہا رہ گیا۔“

”ہومی! محبت جرم نہیں ہے تو ایسا کیوں سوچ رہا ہے؟“

”جرم ہی تو ہوا ہے مجھ سے کہ میں نے کسی سے بے پناہ محبت کی‘ اور میں مجرم بن گیا اس کی نگاہوں میں‘ وہ سمجھتی ہے میں نے اس سے شادی صرف اپنی نیک نامی کے لئے کی‘ اخبار والوں اور دنیا کا منہ بند کرنے کے لئے میں نے اسے اپنایا وہ بھی ناجائز طریقے سے اسے خریدا‘ اس کی بولی لگائی۔ مام میں اسے کیسے سمجھاؤں کہ وہ اتنی بے مایہ نہیں تھی کہ اسے کوئی چند روپوں کے عوض خرید لیتا‘ وہ تو انمول تھی مام‘ اسے میں تو کیا کوئی نہیں خرید سکتا‘ کیا محبت بھی کبھی خریدی جاسکی ہے کسی نے خوبصورتی کی قیمت ادا کی ہے لیکن مام وہ نہیں سمجھتی اسے مجھ سے نفرت ہے‘ کیونکہ صرف میری وجہ سے اس کے کردار کو داغ دار کیا گیا‘ وہ یہ کیوں نہیں سوچتی‘ جب سے اس پر انگلیاں اٹھائی گئی ہیں میں ایک رات بھی چین سے نہیں سو سکا‘ میرے خواب مجھ سے روٹھ گئے‘ وہ مجھے خوابوں میں نہیں دکھتی اور دو دن پہلے جب میں نے اسے دیکھا تو میرا دل کٹ کر رہ گیا‘ ایسے خواب کی تو میں نے مر کر بھی تمنا نہیں کی تھی مام‘ میں اس کی غلط فہمی کیسے دور کروں‘ کیسے؟“ یکدم ہیمان شاہ خود کو سنبھالتے ہوئے کرسی پر ٹک گیا۔

”مام! مجھ سے ایک وعدہ کریں۔“ ہیمان شاہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنے آنسو صاف کئے۔

”کیسا وعدہ ہومی؟“

”آپ وعدہ کریں مام! کہ کبھی انتثال کی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دیں گی‘ یہ سوچ کر کہ آپ کا بیٹا ان آنکھوں پر مرتا ہے‘ آپ کا بیٹا ان کی مسکراہٹ کے لئے اپنی جان بھی دے سکتا ہے۔ انتثال کو ہر دکھ سے بچا کر ممتا کی چھاؤں مہیا کریں گی‘ مام اس نے بہت دکھ سہے ہیں‘ مجھ سے وعدہ کریں اس کا ہر دکھ اپنے آنچل میں سمیٹ کر اسے بہو نہیں بیٹی بنا کر رکھیں گی۔ اتنی خوشیاں دیں گی کہ اسے یہ کائنات کم پڑتی محسوس ہوگی‘ وعدہ کریں مام!“

”میں وعدہ کرتی ہوں بیٹا‘ لیکن مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم......“

”ہاں مام! میں چند دنوں کے لئے آفس کے کام سے باہر جارہا ہوں۔“

”کوئی آفس کا‘ کام نہیں ہے اور تو کہیں نہیں جارہا۔ تیرے جانے سے کیا سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا‘ نہیں بیٹا اس طرح تو دوریاں اور بڑھ جائیں گی تو انتثال کو خوش دیکھنا چاہتا ہے تو کیا وہ اس طرح تیرے جانے سے خوش ہوگی‘ نہیں بیٹا تو اگر چلا گیا تو سب کچھ ختم ہوجائے گا۔ انتثال تمہارے قریب بھی نہیں آسکے گی۔“

”آپ کیا چاہتی ہیں جیسے زبردستی اس سے شادی کی‘ خود کو اس کے سر پر مسلط بھی کردوں۔“

”نہیں بیٹا تو اسے کچھ مت کہہ‘ محبت کی زبان نہیں ہوتی‘ تو اپنی اچھائی سے‘ اپنے بڑے پن سے اس کا دل جیت اس کے دل میں اپنا گھر بنا۔ تو نے اس سے اظہار محبت کردیا تو ہوسکتا ہے وہ چند دنوں میں سب کچھ بھول جائے لیکن تجھ سے محبت کرنا بہت مشکل ہوگا‘ لیکن تو دھیرے دھیرے اپنے ہونے کا احساس جگائے گا تو وہ اپنی ہر نفرت بھول جائے گی کیونکہ عورت محبت سے زیادہ‘ عزت چاہتی ہے۔ اور تجھے انتثال کو وہی عزت دینی ہے‘ اس کی شرمندگی اس کے جھکے سر کو اٹھانا اور اسے احساس دلانا ہے کہ وہ بہت اچھی ہے۔ اور جس دن اس کا کھویا ہوا اعتماد اسے مل گیا‘ وہی تمہاری سرخروئی کا دن ہوگا۔ تم اپنی محبت کے امتحان میں جیت جاؤ گے۔“ نور اسے بہت رسانیت سے سمجھا رہی تھیں اور اپنے بیٹے کے لئے دعا گو تھیں کہ وہ اپنی منزل کو جلد از جلد پالے۔

□□□

”مام! میں اندر آجاؤں؟“

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے‘ کوئی کام تھا مجھ سے۔“

”نہیں‘ کچھ کرنے کو نہیں تھا‘ نیند بھی نہیں آرہی تھی تو سوچا آپ سے گپ شپ ہوجائے‘ میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا۔“

"اچھا ہوا تم آ گئیں، میں بھی بہت بور ہو رہی تھی۔"

"مام! میں بتا نہیں سکتی کہ ہم نے مل کر اس بے چاری کا کیا حال کیا تھا، وہ تو بالکل رونے والی ہو گئی تھی۔"

ہیمان شاہ امتثال کو پہلی بار بے تحاشہ ہنستے ہوئے دیکھ رہا تھا وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

ہنستے ہوئے امتثال کی نگاہ جیسے ہی دروازے پر کھڑے ہیمان شاہ پر پڑی اس کی ہنسی کو بریک لگ گئے۔

"ارے ہومی بیٹا تم کب آئے؟"

"جب آپ نے دیکھ لیا۔"

"کتنا کمزور ہو گیا ہے بیٹا۔"

"مام! میں جہاد پر سے نہیں آیا صرف آٹھ دن آپ سے کیا دور رہا آپ کو میں کمزور لگ رہا ہوں۔" ہیمان شاہ نور کی دائیں سائیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ کیونکہ بائیں سائیڈ پر امتثال بیٹھی تھی۔

"تو نے آنے کی اطلاع کیوں نہیں دی۔"

"بتا کر آتا تو اتنا حسین منظر کیسے دیکھ پاتا۔"

"کیا کہہ رہا ہے میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"آپ کے چہرے پر اس خوشی کو دیکھنا چاہتا تھا۔"

"تم جا کر فریش ہو جاؤ جب تک میں کھانا لگواتی ہوں۔ تم کیوں خاموش بیٹھی ہو۔" نور نے انگلیاں چٹخاتی امتثال سے پوچھا۔ "تمہیں خوشی نہیں ہوئی ہومی ایک ہفتہ بعد گھر لوٹا ہے۔"

"کیوں نہیں مام! بہت خوشی ہوئی ہے۔"

"اچھا جا کر دیکھو خادم حسین نے کھانا تیار کر لیا ہے۔"

"مزا آ گیا، تمام ڈشز میری پسند کی ہیں۔" ہیمان شاہ ایک ایک ڈش کا ڈھکن اٹھاتا مسرور ہو کر بولا تھا۔ "آپ کو کیسے پتہ چل گیا تھا کہ میں آنے والا ہوں۔" نور مسکراتے ہوئے پاستہ باذل ربانی کی پلیٹ میں نکالنے لگیں۔

"ہومی بیٹا! تمہاری مام اور میں حج کے لئے جا رہے ہیں۔"

"واقعی مام! ہاں بیٹا! ہم نے سوچا اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد کیوں نہ اللہ کے گھر کی زیارت بھی کر آئیں کیا پتہ اس کی جانب سے کب بلاوا آ جائے۔"

"کب جا رہے ہیں آپ لوگ؟"

"کل کی فلائٹ ہے۔"

"مجھے بتا دیتیں تو میں میٹنگ کینسل کر کے واپس آ جاتا۔"

"اسی لئے میں نے تمہاری مام کو منع کر دیا تھا۔ تمہیں پتہ چل جاتا تو فوراً واپس آ جاتے۔"

"تو ٹھیک تھا نہ ڈیڈ آپ لوگوں سے بڑھ کر تو کچھ بھی نہیں ہے۔" ہیمان شاہ ناراضگی سے کہنے لگا۔

"اچھا بابا غلطی ہو گئی آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔" باذل ربانی کے کہنے پر سب ہی مسکرانے لگے۔

"تشہ بیٹی! یہ گھر کی چابیاں ہیں، یہ گھر تمہارے حوالے، مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے کہ تم میرے بیٹے اور اس گھر کا پورا خیال رکھو گی۔"

"نہیں مام! میں کیسے اتنی بڑی ذمہ داری اٹھا سکتی ہوں۔"

"کیوں نہیں اٹھا سکتیں، تم اس گھر کی مالکن ہو۔" نور نے چابیاں امتثال کا ہاتھ تھام کر اس کی ہتھیلی پر رکھ دیں تو امتثال بلک اٹھی۔

"آئی لو یو مام! میں آپ کو بہت مس کروں گی

آپ خدا کے گھر نہ جا رہی ہوتیں تو میں آپ کو کبھی نہیں جانے دیتی، آپ نے اس ایک ماہ میں مجھے اتنی محبت دی ہے کہ میں ان محبتوں کے لئے ترس گئی تھی۔" امتثال نور کے سینے سے لگی رو رہی تھی۔

"پاگل! ایسیں رونے کی کیا بات ہے۔" نور اسے خود سے الگ کرتے ہوئے چپ کرانے لگیں۔ "تشہ ایک بات کہوں بیٹا! جس طرح تم نے اس گھر کو اپنا لیا ہے، ہومی کو بھی معاف کر دو بیٹا! میں اس کی طرف داری نہیں کر رہی، چاہتی ہوں تم دونوں ہمیشہ خوش رہو، میں اپنے بیٹے کو بہت چاہتی ہوں، اسے دکھی نہیں دیکھ سکتی، تو میں نے تمہیں صرف بیٹی کہا ہی نہیں سمجھا بھی ہے۔ تم سے ملنے کے بعد تو میری بیٹی کی خواہش بھی پوری ہو گئی اور مجھے پوری امید ہے تم میری باتوں پر ضرور غور کرو گی۔"

"مام! میں کیسے معاف کر دوں، صرف ان کی وجہ سے مجھے اور میرے مرے ہوئے ماں باپ کو بے عزت کیا گیا، مجھے اپنی تعلیم، اپنے بابا کا خواب ادھورا چھوڑنا پڑا۔" امتثال سوچ کر رہ گئی۔

"تھینکس مام!"

"وہ کس لئے۔"

"امتثال کو اس گھر کا حصہ بنانے اسے اتنی محبت دینے کے لئے۔"

"یہ میں نے اپنے بیٹے کے لئے کیا ہے کسی تھینکس کے لئے نہیں۔" نور پیکنگ کرتے ہوئے سرسری سے انداز میں کہہ رہی تھیں۔ "مام! میں نے اسے یوں بے تحاشہ ہنستے ہوئے دیکھا تو بتا نہیں سکتا اسے کتنی خوشی ہوئی۔"

"میں جتنا کر سکتی تھی ہومی، وہ میں نے کر دیا، تمہارے ڈیڈ تمہیں اسلام آباد بھیجنا ہی نہیں چاہتے تھے، انہوں نے تمہاری سیٹ کنفرم کروا دی تھی، میں نے اسفی کے ساتھ مل کر باذل کو مجبور کر دیا۔ صرف اس لئے کہ میں چاہتی تھی کہ تم کچھ دنوں کے لیے یہاں سے دور چلے جاؤ، تمہاری موجودگی میں امتثال اتنی جلد ہم میں گھل مل نہیں سکتی تھی۔ اور یہ آئیڈیا تم نے ہی دیا تھا۔ اور تم ٹھیک کہتے تھے وہ محبتوں کی ترسی ہوئی ہے اور دیکھو میں نے اسے اس گھر کا حصہ بنا دیا۔ لیکن تمہیں اب خود اس کی تمام غلط فہمیاں دور کرنی ہیں۔"

"اوتھینک یو مام، یو آر ویری گریٹ۔" ہیمان شاہ نے خوشی سے نور کو گھما ڈالا۔

"اب یہاں سے چلتے پھرتے نظر آؤ، مجھے اپنی پیکنگ کو فائنل ٹچ دینا ہے۔"

"جو حکم عالی جاہ۔"

□□□

مسٹر اینڈ مسز باذل ربانی کو گئے ڈیڑھ گھنٹہ ہونے کو آ رہا تھا، اس وقت سے اب تک امتثال یونہی سوچوں میں گم بیٹھی تھی۔ اب جانے کیا ہو، مام ڈیڈ تھے تو مجھے بھی سہارا تھا، اب اس اکیلے گھر میں ان کے ساتھ مجھے تنہا رہنا پڑے گا اور جانے وہ میرے ساتھ کیا سلوک کریں۔ جب بابا اور ماما مجھے تنہا چھوڑ گئے تھے تو مامی نے مجھ سے جینے کا حق ہی چھین لیا تھا اور یہ انسان تو مامی سے بھی زیادہ برا ہے، نہیں، مامی سے تو اچھا ہے اس ایک ماہ میں اس نے میری مرضی کے بغیر کبھی مخاطب بھی نہیں کیا، شاید اپنے پیرنٹس کی وجہ سے، مام بھی تو کتنی اچھی ہیں۔ اب میں یہاں نہیں رہوں گی۔ لیکن میں جاؤں گی کہاں میرا تو کوئی گھر بھی نہیں ہے اور مام کتنے بھروسے سے مجھے اس گھر کی چابیاں سونپ کر گئی ہیں۔ ان کی محبتوں کا کیا یہی صلہ ہے کہ میں ان کی غیر موجودگی میں یونہی سب کچھ چھوڑ کر چلی جاؤں۔ انہوں نے یہ جانتے ہوئے

کہ میں ان کے بیٹے کو پسند نہیں کرتی مجھے بٹی بنایا، مجھ پر بھروسہ کیا، میں یہاں سے نہیں جاسکتی، لیکن رہ بھی تو نہیں سکتی۔'' انتثال گھٹنوں میں سر دیئے رونے میں مشغول تھی۔

''کیوں نہیں رہ سکتی یہ گھر میرا بھی تو ہے، میں یہاں ایسے ہی تو نہیں آ گئی، ہیمان شاہ سے جیسے بھی سہی میری شادی ہوئی ہے۔ میرا دل نہیں مانتا، اس شادی کو لیکن حقیقت جھٹلائی بھی تو نہیں جاسکتی۔ ہیمان شاہ چاہے بہت برا انسان ہے، پھر بھی ہے تو میرا شوہر، میں کب تک سچائی سے بھاگتی رہوں گی۔'' انتثال نے گھٹنوں سے سر اٹھایا دونوں ہاتھوں سے آنسو صاف کرتی بیڈ سے اتر گئی۔ دوپٹہ کاندھوں پر درست کرتی آگے بڑھی اور کمرے کے تینوں بیچ کھڑے ہیمان شاہ سے ٹکرا گئی ہیمان شاہ نے گھبرائی اور روئی روئی سی انتثال کو بازو سے تھام کر بیڈ پر بٹھایا اور جگ میں سے پانی انڈیل کر اس کی طرف بڑھایا جسے وہ خاموشی سے پینے لگی۔ ہیمان شاہ گلاس ٹیبل پر رکھ کر پلٹا تو وہ اپنا شغل پھر سے جاری کر چکی تھی۔

''آپ کو اس گھر میں کوئی پریشانی ہے، اس ایک ماہ میں میری ذات آپ کی راہ میں کبھی رکاوٹ بنی، میں نے زبردستی آپ سے کوئی تعلق قائم کرنے کی کوشش کی۔ میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔'' ہیمان شاہ کے زور سے بولنے پر انتثال نے ڈر کر نفی میں گردن ہلا دی۔

''جب ایسی بات ہے ہی نہیں تو آپ ہر وقت روتی کیوں رہتی ہیں۔ کیوں مجھے ہر وقت احساس دلاتی ہیں کہ میں بہت برا انسان ہوں، آپ کے ساتھ بہت غلط کر چکا ہوں، کیا آپ سب کچھ بھلا کر ایک نئی زندگی شروع نہیں کر سکتیں۔''

''بھول جانا آپ کے لئے آسان ہوگا کیونکہ آپ کو کسی نے غلط نہیں ٹھہرایا، بے عزت تو میں اور میرے ماں باپ ہوئے، مجھے اپنی تعلیم کو خیر باد کہنا پڑا صرف آپ کی وجہ سے نہ آپ یوں سر عام بدنام کر کے میری تذلیل کرتے نہ یہ سب ہوتا، لیکن آپ کو اس سے کیا فرق پڑتا اور کیا اتنی لڑکیوں میں بس میں ہی نظر آئی تھی آپ کو تماشہ بنانے کے لئے۔''

''آپ کب تک اس بات کو دہراتی رہیں گی۔'' ہیمان شاہ بہت ضبط سے کام لے رہا تھا۔

''محبت پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا اور میری خودی مجھے یہاں تک لے آئی کہ میں آج کسی کے سامنے جوابدہ ہوں۔'' انتثال اس کی محویت سے گھبرا کر رخ موڑ گئی۔

''شال! تم نے کبھی محبت کی ہے؟'' وہ بہت دوستانہ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ ''میں نے اپنے خوابوں، ان میں بجی دو سیاہ ستارہ سی آنکھوں سے مدھری ہنسی دلکش سراپے سے، بہت ٹوٹ کر محبت کی ہے۔ میں اس کی یاد کی مہک من میں بسائے بہت دور تک گیا، محبت، عشق بن گئی اس کی تلاش ختم نہ ہوئی۔ اور جب دیوانگی کے ہاتھوں سب گنوا بیٹھا، الزام محبت کے سوا کچھ نہیں ملا اور یہ الزام تو ان کٹھنائیوں سے بھی بڑھ کر حسین تھا جو اسے پانے کے لئے اٹھائی تھیں۔ شال! ایک بار محبت کر کے دیکھو میرا ہر جرم قابل معافی لگے گا۔ میری خطا اتنی بڑی نہیں ہے کہ میں تنہائی کی لمبی سزا کا مستحق ٹھہروں۔'' ہیمان شاہ شدت جذبات سے معمور لہجے میں کہتا یک دم احساس ہونے پر خود کو سنبھالتا بات بدل گیا۔

□□□

''خیریت! تو اس وقت یہاں کیا کر رہا ہے؟!''

"واپس چلا جاؤں۔"

"میں نے یہ کب کہا' اتنے غصہ میں کیوں ہے' بھابی سے لڑ کر تو نہیں آ گیا۔"

"بکواس نہیں کر اسفی' تو صرف دو دن میں گھبرا گیا۔"

"نام کو گئے چار دن ہو گئے ہیں۔" اس کے تصحیح کرنے پر اسفی نے زوردار قہقہہ لگایا تھا۔ ہیمان شاہ اسے گھور کر رہ گیا۔ "تو کیوں پریشان ہو رہا ہے' جب تیری فکر کرنے والی آ گئی ہے۔"

"یہی تو پرابلم ہے کہ اسے میری کوئی فکر نہیں ہے۔" ہیمان شاہ سوچ کر رہ گیا۔ ایسا پہلی دفعہ ہوا تھا کہ وہ اسفی سے کچھ چھپا رہا تھا۔ "میں نے تجھ سے کچھ کام کہا تھا۔"

"تھینکس اسفی' ہیمان شاہ نے اس کے ہاتھ سے پیپرز لے لئے۔

□□□

"اپنے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتایا۔" ہیمان شاہ اسے بہت دوستانہ لہجے میں پوچھ رہا تھا اور وہ خاموشی سے ٹیبل پر انگلی سے آڑی ترچھی لکیریں کھینچ رہی تھی۔

"آپ کو کھانا کس نے پکانا سکھایا تھا بہت مزے دار بناتی ہیں۔"

"ماما نے وہ چاہتی تھیں میں عام لڑکیوں کی طرح گھریلو کاموں میں دلچسپی لوں۔ مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا تھا اور ماما جب بھی کوئی کام کہتی تھیں میں بابا کے پاس دوڑ کر چلی جاتی تھی۔ میں اپنے بابا سے بہت محبت کرتی تھی اور وہ بھی مجھے بہت چاہتے تھے۔ میں اور بابا روز ٹینس اور شطرنج کھیلتے تھے' اور پتہ ہے بابا کو میں دونوں ہی گیم بے ایمانی سے ہرا دیتی تھی بابا کو معلوم تھا میں چیٹنگ سے جیتتی ہوں مگر وہ میری خوشی کی وجہ سے ہار کر بھی مسکراتے اور روز رات کو مجھے سزا کے طور پر آئسکریم کھلانے لے جاتے تھے۔" ہیمان شاہ بہت دلچسپی سے اس کو سن رہا تھا۔ "ماما بابا پر بہت غصہ ہوتی تھیں کہ وہ ہر وقت میرے ساتھ بچی بنے رہتے ہیں جبکہ میں اب بڑی ہو چکی ہوں' مجھے کھانا پکانا' سلائی کڑھائی یہ سب سیکھنا چاہئے اور جب میں میٹرک کے ایگزام کے بعد فارغ تھی تو وہ یہ سب مجھے زبردستی سکھا رہی تھیں اور ایک دن بریانی پکاتے ہوئے میرا ہاتھ جل گیا تھا' بابا نے ماما کو بہت ڈانٹا اور ماما میرے جلے ہاتھ کو دیکھ کر بہت روئی تھیں۔ ماما مجھ سے بہت محبت کرتی تھیں' مگر وہ اپنے اصولوں میں بہت پکی تھیں۔ بابا میرے ایوارڈز اور میڈلز دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور ماما جب میں کوئی نئی ڈش بناتی' یا کام میں ان کا ہاتھ بٹاتی تھی اور پھر جانے کس کی نظر لگ گئی۔ ماما اور بابا ایک ایکسیڈنٹ میں مجھے تنہا چھوڑ کر چلے گئے' جب میں فرسٹ ایئر میں داخل ہی ہوئی تھی' اور وہ دونوں مجھے تنہا کر کے ابدی نیند سوئے۔ میں روئی تڑپی' لیکن میرے ایک آنسو پر بے چین ہو جانے والے بابا نے مجھے چپ نہیں کروایا۔ میں ایک دم سے بے سہارا ہو گئی تھی۔ ماموں جان مجھے اپنے ساتھ کراچی لے آئے اور مامی کو میرا آنا پسند نہیں آیا۔ اپنے گھر میں ہل کر پانی نہ پینے والی امتثال آفندی ماموں کے گھر میں نوکروں کی طرح کام کرتی تھی۔ میرے بابا کی جو تھوڑی بہت دولت تھی وہ مامی نے اپنے نام کرنے کی وجہ سے مراد سے میری منگنی کر دی۔ وہ مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا تھا' مگر میں بہت مجبور تھی۔ مامی نے ایک احسان مجھ پر کیا تھا کہ میری تعلیم ادھوری نہیں چھوڑی تھی۔ مجھے ماما اور بابا بہت یاد آتے لیکن میں انہیں واپس نہیں لا سکتی تھی۔"

امتثال ایک خواب کی سی کیفیت میں کہتے کہتے چپ ہو گئی اور ہچکیوں سے رونے لگی۔ ہیمان شاہ گھبرا گیا اس کے بہتے آنسوؤں پر بند اس لئے نہیں باندھا کہ وہ چپ نہ ہو جائے اور اب وہ بلک رہی تھی تو اسے برداشت نہ ہوا' کچن میں سے پانی لا کر دیا۔

"آئی ایم سوری!" امتثال اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کرتی دوڑ کر اندر چلی گئی۔ ہیمان شاہ اس کے پیچھے جانے کی بجائے واپس وہیں بیٹھ گیا۔

□□□

ہیمان شاہ بیڈ پر نیم دراز سعد اللہ شاہ کا مجموعہ کلام "خوشبو نہ سنبھالی جائے" پڑھنے میں مشغول تھا' چھن چھن کی آواز پر کتاب سے نگاہ ہٹائی۔ امتثال دلہن بنی مسکراتے ہوئے اسی کو دیکھ رہی تھی اور اس کے ہاتھ میں پائل تھی جسے چھنکا کر متوجہ کیا گیا تھا۔ ہیمان شاہ پیروں پر ڈلا کمبل ہٹاتا بیڈ سے اترنے کو تھا کہ امتثال اس کے پاس بیڈ کے کونے پر بیٹھ گئی اور اس کے حیران چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کا بھاری مردانہ ہاتھ اپنے نازک ہاتھ میں لے کر اس پر اپنے لب رکھ دیئے اور آہستگی سے چھوڑ کر پائل اس کی آنکھوں کے سامنے لہرائی۔ ہیمان شاہ اس کے بدلے روپ کو دیکھتا حیرانگی سے مسکرایا اور وہ پائل تھام کر نیچے کارپٹ پر دوزانو بیٹھ گیا۔ امتثال نے چٹکی سے تھوڑا سا لہنگا اوپر کیا اور ہیمان شاہ جھک کر اس کے خوبصورت پیر میں پائل پہنانے لگا' کھٹکا لگتے ہی اس کی آنکھ کھل گئی۔ ہیمان شاہ نے سائیڈ لیمپ آن کیا' ہلکی سی روشنی بکھرتے ہی اس کی نظر سامنے صوفے پر سوئی امتثال پر پڑی' اوتو یہ خواب تھا' گھڑی اٹھائی جو ساڑھے پانچ بجا رہی تھی اور موذن کی آواز اس کے کانوں میں پڑ رہی تھی۔ آج میں ایک گھنٹے لیٹ اٹھا ہوں اور موذن کی آواز اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ خواب سچ ضرور ہوگا۔

اس نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سوچا۔ خواب کتنا حسین تھا' کاش یہ حقیقت ہو جائے' امتثال میرے کتنے نزدیک تھی' ہیمان شاہ نے اپنے دائیں ہاتھ کو دیکھا وہ لمس اسے اب بھی محسوس ہو رہا تھا۔ امتثال سرخ عروسی جوڑے میں کتنی حسین لگ رہی تھی اور وہ پائل' پائل کا ذہن میں آتے ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر دراز کھولی اور مخملی ڈبیا باہر نکال کر کھولی تو وہ خالی تھی۔ پائل کہاں گئی۔ اس نے پوری دراز الٹ پلٹ دی' جا کہاں سکتی ہے میں نے خود اس میں رکھی تھی اور یہ بکس ہے تو پائل' کہیں امتثال نے تو نہیں نکالی' اس نے سوئی ہوئی امتثال کو دیکھا' کمبل اوڑھے وہ بہت سکون سے سو رہی تھی۔ یہ کیوں نکالے گی۔ وہ پرسوچ انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ کہ چونک گیا۔ اور تھوڑا سا آگے بڑھ کر صوفے کے پاس پڑی پائل کو اٹھا لیا۔ یہ یہاں کیسے آئی' کہیں امتثال نے یہ پہن تو نہیں رکھی تھی۔ اگر پہنی ہوئی ہوتی تو مجھے پتہ تو چلتا۔ کیسے پتہ لگتا میں نے ان کے پیر دیکھے تھے کیا' آواز سے امتثال نے کروٹ لی تھی اور اس کے پیر میں موجود پائل کی جھنکار اسے متوجہ کر گئی۔ کروٹ لینے کی وجہ سے کمبل تھوڑا سا سرک گیا تھا اور اس کے پیر جھانک رہے تھے۔ ہیمان شاہ نے اس کے پاؤں میں موجود پائل کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے فریش ہونے چلا گیا۔

"آپ کچھ ڈھونڈ رہی ہیں۔" ہیمان شاہ نے اسے صوفے پر بے تابی سے کچھ تلاشتے ہوئے دیکھا تو پوچھنے لگا۔

"نہیں' نہیں تو' میں کیا تلاش کروں گی۔" اس کے جھوٹ پر وہ مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

''ناشتہ میں باہر سے لے آیا ہوں' آپ جلدی سے یہیں لے آئیں' اب تو بہت بھوک لگنے لگی ہے۔''

''ایم سوری! آنکھ میری آنکھ ہی نہیں کھلی۔ فجر کی نماز قضا ہوگئی اور آپ کو آفس سے بھی دیر ہوگئی۔''

''کوئی بات نہیں' اور آج سنڈے ہے۔'' وہ بوکھلا کر بیڈ روم سے باہر تھی۔ اسے اپنے پیچھے ہیمان شاہ کا قہقہہ سنائی دیا تو اپنی غلط فہمی پر ہنسی آ گئی کہ آج وہ کتنا بوکھلا گئی ہے صرف ایک پائل کی وجہ سے جو جانے کہاں گم ہوگئی تھی۔

اتشال! ٹہل ٹہل کر تھک گئی لیکن ہیمان شاہ اب تک نہیں آیا تھا' گھڑی ساڑھے بارہ بجا رہی تھی اور ایسا پہلی بار تھا کہ اتنی رات کو وہ غائب تھا ورنہ وہ تو سات بجے گھر آ جاتا تھا اور واک کے لئے رات کو دس بجے جاتا اور واپسی گیارہ بجے ہو جایا کرتی تھی اور آج تو حد ہوگئی تھی' وہ دوپہر کا کھانا کھا کر گیا تھا اسفی کے گھر کا کہہ کر اور اب تک نہیں آیا تھا۔ میں کیا کروں؟ کس سے پوچھوں میرے پاس تو کسی کا نمبر بھی نہیں ہے۔ اتشال ٹیلی فون کے پاس کھڑی ڈائری میں سے نمبر چیک کر رہی تھی جب دروازہ کھلنے کی آواز پر پلٹی۔

''آپ کہاں چلے گئے تھے' کچھ احساس ہے آپ کو میں یہاں کتنا پریشان ہو رہی تھی' ایک فون ہی کر دیتے لیکن آپ کو کیا فکر تھی جو فون کرتے' میں چاہے یہاں پر خوف سے مر ہی کیوں نہ جاتی۔'' وہ بہت روتے ہوئے کہہ رہی تھی اور جیسے ہی اس نے غور سے ہیمان شاہ کو دیکھا تو اور شدت سے رونے لگی۔

''آپ کو کیا ہوا' یہ چوٹ کیسے لگی؟ آپ خاموش کیوں ہیں بتائیں یہ چوٹ۔''

''پلیز اتشال ریلیکس! کچھ نہیں ہوا مجھے' ایک معمولی سا ایکسیڈنٹ تھا۔''

''معمولی سا' اپنی حالت دیکھی ہے آپ نے' سر پر پٹی' ہاتھ میں پٹی اور چہرے پہ اتنی خراشیں اور آپ کو یہ سب معمولی سا لگ رہا ہے۔ دیکھ کر ڈرائیونگ کیوں نہیں کرتے آپ کو کچھ ہو جاتا تو میرا کیا ہوتا؟''

وہ اس کے سینے سے سر ٹکا کر بلک اٹھی۔

''مجھے معلوم ہوتا کہ آپ مجھے زخمی دیکھ کر میرے سینے سے آ لگیں گی تو یہ ایکسیڈنٹ بہت پہلے خود کروا چکا ہوتا۔'' ہیمان شاہ کی سرگوشی پر وہ اس سے دور ہوئی تھی۔

''آپ بیڈ روم میں جا کر آرام کریں میں آپ کے لئے کھانا لے کر آتی ہوں۔'' شرمندگی سے کہتے کچن میں چلی گئی۔

''میں کھانا کھا چکا ہوں' ایک کپ چائے دے دیں۔ فرج میں سے پانی کی بوتل نکال کر پانی پیا اور اوپر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

''یہ دودھ پی لیں۔'' ہیمان شاہ نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے لیا۔

''ایم سوری اتشال۔''

''کوئی ضرورت نہیں ہے سوری کرنے کی۔''

''ٹھیک ہے پھر یہ دودھ کا گلاس بھی لے جایئے۔''

''خاموشی سے اسے فوراً ختم کریں۔ غلطی کی ہے اور غصہ بھی کر رہے ہیں۔ میں کتنا ڈر گئی تھی' عجیب عجیب سے وسوسے مجھے خوف میں مبتلا کر رہے تھے اور آپ نے تو کہہ دیا سوری جا ہے......''

''اتشال! بیٹھو یہاں۔'' ہیمان شاہ نے اس کا ہاتھ تھام کر روکا اور پیر سمیٹ کر بیٹھنے کی جگہ دی۔

''اسفی کے ساتھ وقت گزرنے کا پتہ ہی نہیں چلا اور نو بجے اس کے گھر سے نکلا تو میرا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔ جیسے ہی پٹیاں بندھیں تو میں گھر آ گیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ تم فکرمند ہو رہی ہو گی لیکن فون کیسے کرتا کہ موبائل تو اسفی کے گھر پر رہ گیا تھا۔ میں شرمندہ ہوں گا کہ آپ میری وجہ سے اتنا پریشان ہوئیں۔ پلیز اتشال اب چپ بھی ہو جائیں' جانتی بھی ہیں کہ آپ کا رونا مجھ سے برداشت نہیں ہوتا اور ہر بار ان آنسوؤں کی وجہ بھی میں ہی بن جاتا ہوں۔ مجھے معاف نہیں کر سکتیں شال' میری ہر وہ خطا جو میں نے جانے انجانے میں کی ہے۔ پلیز شال' میرے دل سے ہر بوجھ اتار کر میرے خوابوں کو تعبیر دے دو۔ میں کب سے خواب اور حقیقت کے بیچ ڈول رہا ہوں' میری ذات کا کنارہ بن جاؤ' پلیز شال انکار مت کرنا۔ میں نے بہت بڑا گناہ کیا لیکن کیا تم میرے گناہ کو معاف نہیں کر سکتیں' اس دیوانے کی بھول سمجھ کر ہی سب کچھ بھلا دو۔''

''کسی صفائی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''کیسے نہیں ہے اتشال' تم مجھے غلط سمجھتی ہو اور اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا' اتشال تم سوچتی ہو میں نے تمہاری قیمت ادا کی' نہیں شال نہیں۔ میں تو خواب میں بھی تمہارے بارے میں اتنے گھٹیا انداز میں نہیں سوچ سکتا۔ وہ قیمت تمہیں خریدنے کے لئے نہیں تھی' ان لوگوں کی سوچ پر لگے تالے کو اور زنگ آلود کرنے کے لئے تھی اگر پیسے کا لالچ نہ دیتے تو وہ کبھی شادی کے لئے راضی نہ ہوتے اور تمہاری نظر میں وہ قیمت تھی اتشال تو وہ واقعی قیمت تھی' اور یہ قیمت ہر بیٹی کے ماں باپ جہیز کی صورت ادا کرتے ہیں اور جانے کتنے ہی لوگ اپنے بیٹوں کو بیٹی والوں کے ہاتھوں فروخت کرتے ہیں۔ اور میں تو صرف اپنے خواب کو پانا چاہتا تھا۔ تمہیں بخشی ذلت کو ختم کرنا چاہتا تھا تاکہ تم ہمیشہ سر اٹھا کر مان سے چلو۔ تمہاری آنکھیں حیا سے جھکیں' کسی شرمندگی کا ان میں شائبہ تک نہ ہو۔''

''آپ نے یہ سب مجھ سے پہلے کیوں نہیں کہا' کیوں نہیں بتایا کہ آپ یہ شادی اپنے مفاد کی خاطر نہیں' میری خاطر کر رہے ہیں' کیوں میری ہر غلط بات خاموشی سے سہتے رہے' میں نے اس دن آپ کو کیا کچھ نہیں کہا اور آپ نے پلٹ کر ایک لفظ نہیں کہا۔ میں آپ کو غلط سمجھتی رہی اور آپ تماشہ دیکھتے رہے پہلے ہی کیوں نہ میری ہر غلط فہمی کو دور کر دیا۔ بولیں ہیمان' کیوں خاموش رہے۔''

''ایک بار اور کہو شال' تمہارے منہ سے اپنا نام بہت اچھا لگا۔ اتشال نے کچھ کہے بنا پلکیں جھکا دیں۔

''جانتی ہو شال اسی لئے میں خاموش رہا میں چاہتا تو پہلے ہی سب کچھ بتا دیتا' لیکن میں تو اس دن کے انتظار میں تھا جب تم خود دل سے مجھے محسوس کرو گی' تمہاری ان حسین آنکھوں میں اپنا عکس اترتے دیکھنا چاہتا تھا اور جب تم نے مجھے دل سے قبول کر لیا تو میں نے اپنا ہر خواب تمہیں کہہ سنایا' اب تم ان کی تعبیر میں دیر نہ کرو۔'' ہیمان شاہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔

''پلیز رہنے دو' میرے ہاتھ میں پٹی نہ بندھی ہوتی تو تم کبھی ہاتھ نہیں نکال سکتی تھیں۔ دوبارہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے شرارت سے کہا تھا۔

''آپ کو میرے دل کی کیسے خبر ہوئی کہیں خواب میں تو نہیں دیکھا تھا۔''

''دونوں باتیں ہیں۔ رات کو خواب میں میں تمہیں پائل پہنا رہا تھا' دراز میں سے وہ بکس تو لانا اتشال' مجھے اپنے خواب کو سچ کرنا ہے۔''

اتثال ایک دم گھبرا گئی۔

”وہ پائل کیا ضروری ہے؟“

”بہت ضروری ہے جناب‘ آپ کو پتہ نہیں ہے کتنی مشکل سے یہ ڈیزائن پسند کر کے تمہاری منہ دکھائی کے لئے بنوائی تھی۔“

”رہنے دیجئے‘ بعد میں میں خود پہن لوں گی۔“

”پلیز شال! لے آؤنا۔ اچھا میں خود نکال لیتا ہوں۔“

”میں ابھی لے کر آتی ہوں۔“

”رکو اتثال۔“

”آپ کو وہ پائل نہیں چاہئے۔“

”میں کہہ رہا تھا جب لوٹو تو اپنا عروسی لہنگا پہن کر‘ میں تمہیں اس ڈریس میں دیکھنا چاہتا ہوں۔“ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے اسے حیران چھوڑ کر آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔

اتثال کافی دیر سے شش و پنج میں تھی کہ اسے کس طرح اٹھائے۔ پتہ نہیں جاگ بھی رہے ہیں یا سو گئے ہیں۔ اتثال کچھ سوچتے ہوئے مسکرا دی۔ ہیمان شاہ نے چھن چھن کی آواز پر آنکھیں کھولیں تو سامنے ہی اتثال عروسی جوڑے میں تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ موجود تھی۔ ہیمان شاہ اسے مبہوت سا دیکھے گیا کہ وہ اس کے برابر بیڈ کے کونے پر ٹک سی گئی۔

”تھینکس۔“ ہیمان شاہ اسے بہت پیار سے دیکھ رہا تھا۔ ”صرف ایک پائل پہناؤں گا‘ دوسری کہاں ہے؟“

”ایم سوری ہیمان! وہ جانے کہاں گم ہو گئی۔ میں رات کو پہن کر سو گئی تھی اور صبح اٹھی تو ملی ہی نہیں۔“

”مجھ سے بنا پوچھے پہننے کی کیا ضرورت تھی؟“

”آپ کی اجازت کی کیا ضرورت تھی‘ میری چیز تھی اور میں نے لے لی۔“

”اور گم جو کر دی۔“

”یہ آپ کے پاس کیسے آئی؟“

”باتیں چھوڑو اور پیر آگے کرو۔“

”میں خود پہن لیتی ہوں آپ کے ہاتھ میں چوٹ لگی ہے۔“

”میں پہناؤں گا تو کبھی گرے گی نہیں۔“ اتثال نے مسکرا کر پاؤں آگے کر دیا۔

”ایک کمی ہے۔“ ہیمان شاہ نے اسے اپنی نگاہ کے حصار میں باندھتے ہوئے پرسوچ لہجے میں کہا۔

”کمی‘ کیا؟ میں اچھی نہیں لگ رہی۔“

”میری آنکھوں میں دیکھو گی تو ہر جواب مل جائے گا۔“ اتثال نے اپنی ساحر آنکھیں اٹھائیں پھر فوراً جھکا دیں۔

”تم بہت حسین لگ رہی ہو شال‘ اتنی زیادہ کہ مجھے اپنی دھڑکنیں بند ہوتی محسوس ہو رہی ہیں۔“ ہیمان شاہ دیوانگی سے کہہ رہا تھا۔

”یار میرا ہر خواب مکمل ہو گیا‘ میرا خواب تمہاری آنکھیں تھیں اور ان کی تعبیر تمہاری آنکھوں میں میں صاف پڑھ سکتا ہوں۔ اپنا عکس ان سیاہ جھیلوں میں جگمگاتے دیکھ کر میں کتنا خوش ہوں‘ بتا نہیں سکتا۔“ ہیمان شاہ نے اسے خود سے نزدیک کرتے ہوئے سرگوشی کی تھی۔ اتثال اسے الگ ہوتی گھبرا کر پوچھنے لگی۔

”آپ ابھی کسی کمی کی بات کر رہے تھے۔“ ہیمان شاہ اس کی اس ادا پر نثار ہی تو ہو گیا۔

”شال! رات کو جو میں نے خواب دیکھا تھا وہ مکمل سچ ہو گیا‘ لیکن......“

”یہ ہاتھ میرے سامنے ایسے کیوں کر رہے ہیں۔“

”میں اس پر تمہارا لمس چاہتا ہوں تاکہ وہ کمی دور ہو جائے جو مجھے محسوس ہو رہی ہے‘ کیوں میری خاطر‘ میرے ایک خواب کی خاطر اتنا سا نہیں کر سکتیں۔“ ہیمان شاہ دلچسپی سے اس کے سرخ چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

”کیا آپ خواب میں بھی ایسے ہی تھے؟“

”کیا مطلب ایسے ہی تھے؟ میں جیسا ہوں ویسا ہی دکھتا ہوں‘ میرے سر پر سینگ نہیں نکل آتے۔“ ہیمان شاہ کے چڑنے پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

”میرا مطلب یہ تھوڑی تھا‘ میں تو یہ پوچھ رہی تھی کہ آپ اس طرح تھے پٹیوں میں جکڑے۔“ وہ ہنسی روکتے دلچسپی سے پوچھ رہی تھی۔

”نہیں‘ یہ تو اضافی والی بات ہو گئی۔“

”اس لئے کمی کا کیا ذکر۔“ وہ بہت صفائی سے خود بچا گئی۔

”تم میری اتنی سی بات نہیں مان سکتیں۔“ ہیمان شاہ نے مصنوعی خفگی دکھائی تھی۔

”اچھا پہلے ایک بات بتائیں کہ وہ ہاتھ کونسا تھا؟“ ہیمان شاہ نے پٹی بندھے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا۔

”چلئے اب تو یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا کیونکہ اب اس پر پٹی بندھ گئی ہے۔“ وہ مزے سے سر ہلانے لگی۔

”ٹھیک ہے میں دیوار ہی ہٹا دوں گا۔“ ہیمان شاہ بینڈیج کھولنے لگا۔

”یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔“ اتثال نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور ایک نظر اس کے ناراض چہرے پر ڈال کر اپنے گلابی لب اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ ہیمان شاہ نے زبردست قہقہہ لگایا تھا۔ اتثال جھینپ گئی۔ ہیمان شاہ یک دم چونکا۔

”شال! تم کبھی شیرٹن گئی ہو۔“

اتثال خود کو سنبھالتی نفی میں سر ہلا گئی۔

”سوچ کر جواب دو شال تم گئی ہو۔“

”اوہاں‘ میری فرینڈ تھی نہ ثانیہ ایک دفعہ اس کے ساتھ گئی تھی اس نے شیرٹن میں برتھ ڈے پارٹی ارینج کی تھی۔ ۱۶ اکتوبر دوپہر ۲ بجے۔ ڈیٹ تو یہی تھی شاید ٹائم بھی یہی ہو رہا ہو لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔“

”مجھے یقین تھا وہ تم ہی ہو اور میں نے ہر ایک لڑکی کی جو وہاں موجود تھی آنکھیں چیک کی تھیں۔ اسی نے تو میرا بہت مذاق اڑایا تھا۔ میں اپنے اس ادھورے یقین کو مکمل کر دینا چاہتا تھا۔ اسی لئے اتنے فسوں خیز لمحے سے پہلو تہی کر گیا لیکن اب ہمارے بیچ کوئی نہیں آ سکتا۔“ ہیمان شاہ اتثال کو خود سے نزدیک کر کے اس کی نرم زلفوں اور حسین آنکھوں کے سحر میں ڈوبنے لگا۔

”مام! آپ کی کہی ہر بات سچ ثابت ہو گئی میرا انتظار اسے میرے نزدیک لے آیا اور آج ہم ایک ہو گئے ہیں۔ مام ڈیڈ آ کر دیکھیں کہ آپ کے بیٹے نے دنیا کی ہر دولت کو پا لیا ہے۔ اس کے خواب پورے اور محبت کی فتح ہو گئی ہے۔ بس آپ لوگ دعا کریں کہ ہماری خوشیوں کو کسی کی نظر نہ لگے۔ اتثال ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے خواب نہیں حقیقت بن کر رہے اور زندگی کا سفر چلتا رہے۔ (آمین)